امتیاز احمد(اسسٹینٹ پروفیسر)
شعبۂ اردو، راجا سنگھ کالج، سیوان
مواد برائے بی اے (اردو آنرس) سالِ دوم

آزاد کی طرزِ نگارش

محمد حسین آزاد کی کتاب 'آب حیات' کا شمار اردو کی ان چند بنیادی کتابوں میں ہوتا ہے، جو مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ کتاب تذکرہ نگاری کے زمرے میں آتی ہے ، تذکروں کے بارے میں عمومی شکایت ہے کہ یہ مختصر ،مبہم اور کافی حد تک قافیہ بند ہوتے ہیں جس میں شعرا کے مختصر حالاتِ زندگی کا بیان اور ان کی شاعری پر سرسری نگاہ اور اچٹتی ہوئی نظر ڈالنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اس مختصر ترین حالاتِ زندگی اور رسمیہ تبصرے سے نہ ان کی زندگی کا مکمل عکس نظر آتا ہے اور نہ ہی انکی شاعری کے پورے رنگ واضح ہوتے ہیں اور یوں یہ معاملہ ادبی تنقید کے بجائے ذاتی پسندو نا پسند کا بن کر رہ جاتا ہے غزلوں اور نظموں کے چند مصرعے نمونے کے طور پر پیش کرکے اس پر رسمیہ انداز کے تبصرے کرتے ہیں جیسے سلاست ہے روانی ہے سوز ہے گداز ہے وغیرہ یعنی پرانے تذکرہ نگاروں کے نزدیک شعر میں سلاست و روانی کا تعین اور سوزو گداز کی کھوج ہی تنقید کی معراج تھی شاید تذکرہ نگاروں کے اسی روش سے نالاں ہوکر کلیم الدین احمد نے پرانے تذکروں کو سنڈاس کا ڈھیر قرار دیا ہے محمد حسین آزاد نے 1880 میں آبِ حیات نامی ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے شاعروں کی چلتی پھرتی بولتی چالتی زندگی دکھانے کا دعوے کیا ہے, کتاب کا پہلا باب ,زبان اردو کی تاریخ ہے اس باب کے تحت لکھی جانے والی پہلی سطر ہی تحقیقی غلطی پر مبنی ہے وہ لکھتے ہیں ,,اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہماری زبان اردو برج بھاشا سے نکلی ہے ,,اس نظریے کو اس وقت بھی کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں تھی اب تو لسانی تحقیق اور لسانی نظام کے ماہرین نے دلائل کے ساتھ قطعی طور پر اس نظریے کو مسترد کر دیا ہے اس باب میں پراکرتوں کے بیان میں مختصراََ بدھ مذہب ، سنسکرت کے وجود اور اس کے ارتقا کا بھی ذکر آگیا ہے ، تمام شعرا کو زمانی اعتبار سے پانچ ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے اس کتاب میں آزاد نے ایک خیالی مشاعرہ منعقد کیا ہے جس میں اختصار سے تمام شعراِ کے حالاتِ زندگی

بیان کرنے کے بعد انکا کلام پیش کرتے ہیں پھر اس پر مختصر تبصرہ کرتے ہوئے شاعروں کے معاصرانہ چشمک اور مشاعروں کی نوک جھونک کو بڑی خوبصورتی سے لطیفے کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

آب حیات کی سب سے بڑی خوبی اس کا پر کشش اسلوب اور افسانوی لب و لہجہ ہے مگر بعض ناقدوں کے نزدیک یہی اسلوب کی رنگینی اور افسانوی آہنگ کتاب کے خرابی کی وجہ بھی ہے، شوقِ انشا پردازی اور طرزِ ادا کی رنگینی پوری کتاب پر حاوی ہے جب بات آزاد کے پسندیدہ شاعر یا استاذ کی ہو تو وہ سوانح نگاری کے ساتھ ساتھ افسانہ نگاری کرنے لگتے ہیں اپنے استاد ذوق کا بیان اس افسانوی ڈھنگ سے کرتے ہیں ۔ جب وہ صاحب کمال عالم ارواح سے کشور اجسام کی طرف چلا تو فصاحت کے فرشتوں نے باغ قدس کے پھولوں کا تاج سجایاجن کی خوشبو شہرت عام بن کر جہاں میں پھیلی اور رنگ نے بقائے دوام سے آنکھوں کو طراوت بخشی وہ تاج سر پر رکھا گیا تو آب حیات اس پر شبنم ہو کر برسا کہ شادابی کو کملاہٹ کا اثر نہ پہنچے ملک الشعرائی کا سکہ اسکے نام سے موزون ہوا اور اسکے طغرائے شاہی میں یہ نقش ہواکہ اس پر نظم اردو کا خاتمہ کیا گیا چنانچہ اب ہر گز امید نہیں کہ ایسا قادرالکلام پھر ہندوستان میں پیداہو۔ دراصل تنقید نگاری گول مول بات یا انشا پردازی کے پردے میں مبہم انداز اپنانے ,نثری قصیدہ نگاری اور اور غیر قطعی فیصلہ کرنے کا نام بالکل نہیں ،قطعیت اور دو ٹوک انداز تنقید کی شرطِ اول ہے اب یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ آب حیات تنقیدی کتاب نہیں بلکہ سوانحی تذکرہ ہے اس لیے یہاں تنقید کے تمام اصولوں کی بازیافت اور قطعیت کی تلاش بے سود ہے مگر جواب ہے کہ تذکرہ نگار ہو, کہ سوانح نگار کسی کلام پر جب اپنی رائے پیش کرتے ہیں اور اس کے حسن وقبح کی نشاندہی چاہے جس انداز میں کرے وہ تنقید کہلاتی ہے اب یہ تنقید نگار کی ذمہ داری ہے کہ اصولوں کی روشنی میں واضح انداز میں فن پارے کا تجزیہ کرکے دو ٹوک انداز سے اپنی رائے قائم کرے یا ذوقِ انشا پردازی میں قاری کو بھول بھلیا کی سیر کرائے ,تمام ناقدوں نے ,آب حیات,میں آزاد کی جانب داری کو شدت سے محسوس کیا ہے غالب کے مقابلے اپنے استاد ذوق کو عظیم شاعر بنا کر پیش کرنا میر کی خودداری وضعداری اور نازک مزاجی کو بدماغی ثابت کرنا , غالب کی شاعری پر تبصرے کم اورانکی مشکل معاشی زندگی کوہائی لائٹ کرنا ان کی جانب داری کی واضح مثال ہے پہلے اڈیشن میں مومن جیسے یکتہ روزگار شاعر کو سرے سے نظر انداز کردیا مگر اہل علم نے جب اس پر تنقید کی اور جانب داری کا الزام لگایا تو مجبوراَ انہیں دوسرے ایڈیشن میں شامل کرنا پڑا۔ انشاپردازی میں آزاد کو وہ کمال حاصل ہے کہ کوئی آج تک ان کے رتبے کو نہیں پہنچ سکا۔

یہ کتاب آج بھی اپنی بہت ساری خوبیوں اور تھوڑی سی خامیوں کے ساتھ اردو والوں کی ضرورت بنی ہوئی ہے۔ ۔